سوال

ایک مسجد میں دوسری جماعت

جواب

السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

جب ایک مسجد میں نماز باجماعت ادا ہو جائے ، پھر اس کے بعد کچھ اور لوگ آجائیں تو کیا دوبارہ جماعت کرواسکتے ہیں کتاب وسنت کی رو سے واضح کریں ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

ایک مسجد میں دوسری جماعت کروانے کے متعلق سلف صالحین میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔ بعض ائمہ مثلاامام احمد بن جنبل رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ دوسری جماعت کرانا جائز ہے جبکہ امام مالک رحمہ اللہ ، امام شافعی رحمہ اللہ ، اور اصحاب الرائے وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ دوسری جماعت مکروہ ہے ۔ امام شافعی کا کہنا ہے کہ جس مسجد میں امام اور موذن مقرر ہوں وہاں دوسری جماعت کرانا مکروہ ہے ۔ اگر جماعت کرالیں تو کفایت کرتی ہے ۔ ملاحظہ ہو کتاب الام للشافعی (۱۳۶۳۶، ۱/۱۳۷۳) جبکہ اصحاب الرائے احناف کا کہنا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ فتاویٰ شامی وغیرہ میں مذکور ہے ۔

فریق اول کے دلائل درج ذیل ہیں ۔

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : «أَيُّكُمْ يَتَّجِرُ عَلَى هَذَا؟ فيصلی معه))

ابو سعید خدوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو مسجد میں اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون اس کے ساتھ تجارت میں شریک ہوگا کہ اس کے ہمراہ نماز ادا کرے ۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک آدمی مسجد میں اس وقت داخل ہوا جب جماعت ہو چکی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((من يتصدق علی هذا فيصلی معه فقام رجل من القوم فصلی معه))

''کون اس پر صدقہ کرے گا کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے ؟ لوگوں میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اس کے ساتھ نماز ادا کی''
بیہقی میں ہے کہ ابو بکر نے اس کے ساتھ نماز ادا کی ۔ (ملاحظہ ہو (المنتقی لابن جارود (۳۳۰) ابوداؤد، (٥٧٤) ترمذی (۲۲۰) دارمی ۱/۲۵۸، مسند احمد ۳/۴۵، ۸۵، ۶۴/۴۵۵ مسند ابی یعلی ۲/ ۳۲۱. ابن حبان (۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸) ، طبرانی صغیر ۱/۲۳۸، ۲۱۸) بیہقی ۳/ ۶۹، المحلی ٤/۲۳۸، حاکم ۱/ ۲۰۹، شرح السنة ۳/۴۳۶, ابن ابی شیبہ ۲/۳۲۲، ابن خزیمہ (۱۶۳۲) ، نصب الرایة ۲/ ۵۷) التدوین فی اخبار قوین للرافعی ۲/ ۲۵۸)

یہی حدیث انس بن مالک سے سنن دار قطنی ۱/۲۷۷ میں مروی ہے جس کے بارے میں علامی نیومی حنفی نے آثار السنن ۱/۲۶۷ لکھا '' اسنادہ، صحیح '' علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں ۲/۵۸ پر لکھا (وسندہ جیدا) اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے الدرایہ ۱/۱۷۳ پر اس کی سند کو جید قرار دیا ہے ۔
ابو سیعد خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو امام ترمذی نے حسن ، یا امام حاکم و امام ذہبی اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے ۔ امام بغوی رحمہ اللہ شرح السنہ میں اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں :

'وفیہ دلیل علی أنہ یجوز لمن صلی فی جماعۃ أن یصلیہا ثانیا مع جماعۃ آخرین وأنہ یجوز أقامۃ الجماعۃ فی مسجد مرتین وہو قول غیر واحد من الصحابۃ والتابعین "

'' یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس آدمی نے ایک دفعہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی ہو ، اس کیلیئے جائز ہے کہ وہ دوسری مرتبہ دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرلے ۔ اسی طرح مجسد میں دوبارہ جماعت قائم کرنا بھی جائز ہے ۔ یہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور تابعین عظام رحمہ اللہ کا قول ہے ''
امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرامتے ہیں :

' ولا یکرہ إعادۃ الجماعۃ فی المسجد ومعناہ أنہ إذا صلی إمام الحی وحضرہا جماعۃ وہذا قول ابن مسعود وعطاء والحسن والنخعی وقتادۃ وإسحاق "

'' ایک مسجد میں جماعت کا اعادہ کران مکروہ نہیں ، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب محلے کے امام نے نماز پڑھ لی اور دوسری جماعت حاضر ہوگی تو اس کیلیئے مستحب ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں ۔ یہ قول عبداللہ بن مسعود ، عطاء ، نخعی ، حسن ، قتادہ ، اوراسحق بن راوھویہ رحمہ اللہ کا ہے '' ۔ (المغنی ۱۰/۱۰۳۳)
پھر امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اس کے بعد حدیث ابی سعید بھی ذکری کی :
دوسری دلیل

(عن أبی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فضل صلاۃ الجمع علی صلاۃ الواحد خمس وعشرون درجۃ))

'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز کی فضیلت اکیلیئے آدمی کی نماز پر ۲۵ درجے زیادہ ہے '' ۔
(بخاری مع فتح الباری ۲/۳۹۹ ، مسلم ۵/ ۱۵۱ ، مع نووی موطا ۱/۲۹ ، نسائی ۱/ ۲۴۱ ، ۲/ ۱۰۳ ، ترمذی (۲۱۶) ، ابن ماجہ (۷۸۶) ، دارمی ۱/۲۳۵ ، ابوعوانہ ۲۲۲ ، ابن خزیمہ ۲/۳۶۴ ، ابن حبان ۳/۳۱۸ ، ۳۸۲ ، بیہقی ۳/ ۶۰ ، شرح السنہ ۳/ ۳٤۰) ۔
اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ۲۲۷ درجے فضیلت کا ذکر ہے ۔
(ملاحظہ ہو بخاری مع فتح الباری ۱۳۱ ۳/۲۲)
یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے پہلی اور دوسری دونوں جماعتوں کو شامل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی پہلی جماعت فوت ہوجائے تو وہ دوسری جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے تو مذکورہ فضیلت پالے گا ۔
تیسری دلیل

(عن الجعد أبی عثمان قال مربنا انس بن مالک فی مسجد بنی ثعلبۃ فقال أصلیتم قال : قلنا نعم وذاک صلاۃ الصبح فأمر رجلا فأذن وأقام ثم صلی بأصحابہ .))

'' ابو عثمان الجعد سے مروی ہے کی بنو ثعلبہ کی مسجد میں انس بن مالک ہمارے پاس سے گزرے تو کہا کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے ؟ تو کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہاں اور وہ صبح کی نماز تھی ۔ آپ نے ایک آدمی کو حکم کیا ، اس نے اذان و اقامت کہی ، پھر اپنے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی '' (یہ خبر بخاری میں تعلیقاً ۲/۱۳۱ مع فتح الباری اور مسند ابی یعلی (۴۳۵۵) ۷/۳۱۵ ، ابن ابی شیبہ ۲/۳۲۱ ، بیہقی ۳/ ۷۰ ، مجمع الزوائد ۲/۴ ، المطالب العالیہ ۱/۱۱۸ (۴۲۶) تغلیق التعلیق ۲/۲۷۶ ، عبدالرزاق ۲/ ۲۹۱ طبقات المحدثین لابی الشیخ ۱/۴۰۲ ، ۴۰۳ میں موصولاً مروی ہے ۔)

چوتھی دلیل ابن ابی شیبہ میں ہے کہ :

((ابن مسعود دخل المسجد وقد صلوا فجمع بعلقمة ومسروق والأسود))

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں نے نماز پڑھ لی تھی تو آپ نے علقمہ، مسروق اور اسود کو جماعت کرائی''۔
(ابکار المنن ص ۲۵۳، اس کی سند صحیح ہے۔ مرعاۃ شرح مشکوۃ ۱۰٤/٤)
مذکورہ بالا احادیث و آثار صریحہ سے معلوم ہوا کہ مسجد میں دوسری جماعت کرا لینا بلا کراہت جائز و درست ہے اور یہ موقف اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تھا۔

مکروہ سمجھنے والوں کے دلائل

ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ :

[(أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أقبل من بعض نواحی المدینة یرید الصلوۃ فوجد الناس قد صلوا فانصرف إلی منزلہ فجمع أہلہ ثم صلی بہم,))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے اطرف سے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرانا چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر چلے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر والوں کو جمع کیا، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی''
(الکامل لابن عدی ۳۲۹۸/٦، مجمع الزوائد ۴۸/۲، طبرانی اوسط (۴۷۳۹) علامہ البانی نے اس سند کو حسن قرار دیا ہے تمام المنہ ۱۵۵/۱)
اور علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کو طبرانی نے معجم کبیر و اوسط میں بیان کیا ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ اس سے یہ دلیل کی جاتی ہے کہ اگر دوسری جماعت بلا کراہت جائز ہوتی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی فضیلت کو ترک نہ کرتے یعنی مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی فضیلت عام مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہت زیادہ ہے۔
ج = اولاً : مولانا عبید اللہ مبارک پوری رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں 'اس حدیث سے دوسری جماعت کی مکروہیت پر دلیل پکڑنا محل نظر ہے۔ اسلئے کہ یہ حدیث اس بارے میں نص نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں نماز پڑھائی ہو بلکہ اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ آپ نے انہیں نماز مسجد میں پڑھائی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر کی طرف جانا گھر والوں کو جمع کرنے کیلئے تھا، نہ کہ گھر میں جماعت کروانے کیلئے، تو اس صورت میں حدیث اس مسجد میں جس کا موذن و امام متعین ہو، دوسری جماعت کے استحباب کی دلیل ہوگی۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں جماعت کروانے کیلئے، تو اس صورت میں یہ حدیث اس مسجد میں جس کا موذن و امام متعین ہو، دوسری جماعت کے استحباب کی دلیل ہوگی۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو گھر میں ہی جماعت کرائی تو اس سے مسجد میں دوبارہ جماعت کی کراہت ثابت نہیں ہوتی بلکہ انتہائی آخری بات جو ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک آدمی ایسی مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی ہو تو اس کو چاہئے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھے بلکہ اس سے نکل کر گھر چلا جائے تو گھر میں اپنے اہل کے ساتھ نماز پڑھے۔
بہر حال اس کیلئے مسجد میں دوسری جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مکروہ کہنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ یہ حدیث کے بعد میں آنے والے اکیلے آدمی کی اس مسجد میں نماز کی کراہت پر دلالت نہیں کرتی۔ اگر اس حدیث سے مسجد میں دوبارہ جماعت کے مکروہ ہونے پر دلیل کی جائے تو پھر اس سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ اکیلے بھی اس مسجد میں نماز نہ پڑھے۔ (مرعاۃ ۱۰۵/٤)
دوسری دلیل :
ثانیاً : اگرچہ علامہ البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ اس کی سند میں بقیہ بن الولید مدلس راوی ہیں اور یہ تدلیس التسویہ کرتا ہے جو کہ انتہائی بڑی تدلیس ہے اور اس کی تصریح بالسماع مسلسل نہیں ہے۔

[(عن إبراہیم أن علقمة والأسود أقبلا مع ابن مسعود إلی مسجد فاستقبلہم الناس قد صلوا فرجع بہم إلی البیت فجعل أحدہما عن یمینہ والآخر عن شمالہ ثم صلی بہما.))

''ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ علقمہ اور اسود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف آئے تو لوگ انہیں اس حالت میں ملے کہ انہوں نے نماز پڑھ لی تھی تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کے ساتھ گھر کی طرف چلے گئے، انہوں نے ایک کو دائیں جانب اور دوسری کو بائیں جانب کیا پھر ان کو نماز پڑھائی''

(عبدالرزاق ۳۸۸۳) ۲/۴۰۹، طبرانی کبیر (۹۳۸۰)

اس روایت کی سند میں حماد بن ابی سلیمان ہیں جو مختلط اور مدلس تھے۔ ملاحظہ ہو طبقات المدلسین ۳۰ اور یہ روایت معنعن ہے اور مدلس کی عن عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ نیز حماد کے اختلاف سے قبل تین راویوں کی روایت حجت ہوتی ہے۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں:

ولا یقبل من حدیث حماد الا ما رواہ عنہ القدماء شعبہ و سفیان الثوری والدستوائی و من عدا ہؤلاء رووا عنہ بعد الاختلاط (مجمع الزوائد 1/125)

''حماد بن ابی سلیمان کی وہ روایت قبول کی جائے جو اس سے قدماء یعنی اختلاط سے پہلے والے راویوں کی رویات ہوگی جیسے شعبہ، سفیان ثوری اور ہشام دستوائی اور جو ان کے علاوہ اس سے روایت کریں وہ بعد از ختلاف ہے۔''

تقریباً یہی بات امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ ملاحظہ ہو شرح علل ترمذی لابن رجب ص ۳۲۶ وغیرہ اور یہ روایت حماد سے معمر نے بیان کی ہے لہٰذا یہ بھی قابل حجت نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں شاگردوں کو ئی دائیں بائیں کھڑا کر کے جماعت کروائی اور یہ بات احناف کو مسلم نہیں جیسا کہ محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الآثار ص ۶۹۹ مترجم میں ذکر کیا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اوپر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسجد میں دوبارہ جماعت کروانا صحیح سند کے ساتھ نقل ہوا ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا توضیحات سے معلوم ہوا کہ دوسری جماعت میں کراہت کے بارے میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں بلکہ صحیح روایت سے دوسری جماعت کا جواز نکلتا ہے۔ اور یہی جواز والا مذہب اقرب الی الصواب ہے۔ مولانا عبدی اللہ رحمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"فالراجح الأقوال عندنا ہو أنہ یجوز و یباح من اتی مسجدا قد صلی فیہ بإمام راتب و ہو لم یکن صلاہا و قد فاتتہ الجماعۃ لعذر أن یصلی بالجماعۃ واللہ أعلم" (مرعاۃ شرح مشکوۃ 4/107)

''ہمارے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ جو آدمی مسجد میں اس حال میں پہنچا کہ امام معین کے ساتھ نماز ادا ہو چکی ہو اور اس نے وہ نماز نہیں پڑھی اور عذر کی بناء پر اس کی جماعت فوت ہو گئی تو اس کیلئے جائز و مباح ہے کہ وہ جماعت ثانیہ کے ساتھ نماز ادا کرلے''۔

بہر صورت یہ یاد رہے کہ بغیر عزر کے جماعت سے پیچھے رہنا اور خواہ مخواہ سستی اور کاہلی کا شکار ہو کر دوسری جماعت کا رواج ڈالنا درست نہیں کیونکہ دوسری جانب جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی بہت تاکید وارد ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے تھے کہ مومنوں کی نماز اکھٹی ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((لقد أعجبنی أن تکون صلاۃ المؤمنین واحدۃ حتی لقد ہممت أن أبث رجالا فی الدور فیؤذنون الناس بحین الصلوۃ)) (ابن خزیمہ 1/199. ابوداؤد (506) 1/138)

''مجھ یہ پسند ہے کہ مومنوں کی نماز ایک ہو یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کچھ آدمیوں کو محلوں میں پھیلا دوں اور وہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دیں۔''

اس کے علاوہ بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی تاکید میں کئی ایک احادیث صحیحہ صریحہ وارد ہوئی ہیں جن سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ہمیں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ سوائے عذر شرعی کے جماعت سے پیچھے نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ اگر ہم گھر سے نماز باجامعت کے ادارے سے نکلتے ہیں اور ہمارے آتے آتے نماز فوت ہو جاتی ہے تو مسجد میں آکر ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا، جیسا کہ حدیث صحیحہ میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من توضأ فأحسن الوضوء ثم راح فوجد الناس قد صلوا أعطاہ اللہ مثل أجر من صلاہا و حضرہا لا ینقص ذالک من أجرہم شئیاء))

''جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا، پھر چل پڑا (مسجد کی طرف) اُس نے لوگوں کو پایا کہ انہوں نے نماز پڑھ لی ہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو نماز باجماعت ادا کرنے اور اس میں حاضر ہونے والے کی طرح اجر دے گا۔ ان کے اجروں سے کچھ کمی نہیں کرے گا''۔

(سنن ابوداود(۵۶۴)، نسائی ۱۲/۱۱، شرح السنہ ۳/۳۴۲، مستدرک ۱/۲۰۸، امام حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ مسند احمد ۳۲/۸۰ تاریخ کبیر للبخاری ق ۲۲، ج ۸۸ ص ٤٦٢٦)

یہ روایت حسن ہے۔ نیل المقصود (۵۶۴) اور اس کا ابوداوٗد میں ایک شاہد بھی ہے۔ ملاحظہ ہو (۵۶۳) لہٰذا بغیر عذر شرعی کے جماعت سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے اور اگر کسی عذر کی بنا پر جماعت سے رہ گیا تو اور افراد کے ساتھ مل کر دوسری جماعت کرالی تو بلا کراہت جائز ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

آپ کے مسائل اوران کا حل

ج1

محدث فتویٰ